ماہِ شعبان فضائل و بدعات

تحریر: ڈاکٹر عبداللہ عبدالحمید السعدی

الحمد للّٰہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ.

یہ حقیقت ہے کہ تمام ماہ وسال اور شب وروز فرصت کے مواقع اور کام کی گھڑیاں ہیں اللہ تعالیٰ نے ان اوقات کو بیشتر کاموں کیلئے مخصوص فرمایا ہر گھڑی اور ہر مہینے میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر طرح طرح کی عبادتیں عائد کرتا ہے اور اپنی رحمت کے ایسے جھونکے ان پر لاتا ہے کہ جو بندے باتوفیق ہوتے ہیں، وہ ان سے سرشار ہوتے ہیں ان میں اللہ کے وہی بندے نیک بخت اور باسعادت ہوتے ہیں جو گزرنے والے دنوں اور بننے والی ساعتوں کو غنیمت سمجھیں اور ایسی عبادتوں کے ذریعے وہ اللہ کا قرب حاصل کریں۔

ماہ شعبان میں نبی ﷺ کا طریقہ کار:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب روزے رکھتے تو ہم کہتے کہ اب آپ افطار نہیں کرینگے پھر جب آپ افطار فرماتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزے نہیں رکھیں گے اور جہاں تک میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی ماہ پورا مہینہ روزہ نہیں رکھا البتہ ماہ رمضان کے روزے پورے رکھتے تھے اور ہاں شعبان کے مہینے میں زیادہ تر آپ روزے سے رہا کرتے تھے۔[صحیح بخاری]

پہلی حکمت:

اس مہینے سے لوگ غافل رہتے ہیں جو رجب و رمضان کے درمیان ہے اور اسی مہینے میں اللہ کے ہاں اعمال اٹھائے جاتے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ جب میرا عمل اٹھایا جائے تو میں روزے سے رہوں۔ [مسند احمد، سنن نسائی] شیخ البانی نے صحیح الترغیب والترھیب میں اسے حسن قرار دیا ہے۔

پہلی وجہ: اس مہینے میں اکثر لوگ غفلت برتتے ہیں۔

دوسری وجہ: اس مہینے میں اللہ کے پاس اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔

دوسری حکمت: ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں شعبان کے روزے رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ رمضان المبارک کیلئے تیاری ہو جاتی ہے تاکہ روزے دار کو روزے رکھنے میں مشقت محسوس نہ ہو، اور رمضان المبارک میں پوری قوت اور چستی کے ساتھ داخل ہو۔ [لطائف المعارف:۴۵۲]

ماہ شعبان کا روزہ رکھنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان کے مہینے میں روزے رکھنا بہت پسند تھا پھر ان روزوں کو رمضان کے روزوں کے ساتھ ملا دیا کرتے تھے۔ [ابوداؤد]

شعبان میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اعمال پیش کیے جانے کا معنی ہے کہ اللہ رب العالمین کے ہاں یہ اعمال مقبول ہیں کیونکہ اللہ رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں ﴿اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهُ﴾ [فاطر:۱۰] ترجمہ: ''تمام تر پاک کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک عمل ان کو بلند کرتا ہے اور جو آدمی کے اعمال اللہ تعالیٰ مقبول فرمالے گویا کہ اس کو جنت کی ضمانت مل گئی۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (لَو عَلمتُ اَنَّ اللّٰهَ تَقبَّلَ مِنِّیْ رکعتین لاتّكلت) لأن اللّٰهَ تعالى یَقُوْلُ ﴿اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ﴾ ترجمہ: ''اگر مجھے یہ پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دو رکعتیں قبول کرلیں تو میں انہیں پر بھروسہ کرلوں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بے شک اللہ متقی لوگوں سے قبول فرماتا ہے۔''

پندرھویں شعبان کے بعد روزے رکھنے کا حکم:

پندرھویں شعبان کے بعد روزے رکھنے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ اختلاف کی وجہ ایک حدیث میں 15 شعبان کے بعد روزے رکھنا منع آیا ہے، جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شعبان کا آدھا مہینہ ہو جائے تو روزے نہ رکھو۔

اس حدیث کی صحت میں اہلِ علم کا اختلاف ہے لیکن کبار اہلِ علم نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ جیسے امام احمد بن حنبل، ابن معین، ابن مهدی وابوزرعۃ وغیرہم۔

اس حدیث کے ضعیف ہونے کی وجہ اس میں ایک راوی العلاء ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ ایک

دوسری حدیث کے بھی مخالف ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا(لَا تُقَدِّمُوْا رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ وَ لَا يَوْمَيْنِ اِلَّا رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمًا فَلْيَصُمْهُ)[صحیح مسلم] ''رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھو مگر وہ شخص (رکھ سکتا ہے) جسے روزے رکھنے کی عادت ہو مثلاً پیر اور جمعرات کا وہ روزہ رکھتا تھا تو وہ رکھ سکتا ہے۔امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا یہی فتویٰ ہے کہ نصف شعبان کے بعد روزے رکھے جاسکتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نصف شعبان کے بعد بلا کراہت روزے رکھے جا سکتے ہیں۔اس مسئلہ میں جو حدیث وارد ہوئی ہے وہ ضعیف ہے۔علامہ عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے نصف شعبان والی رات میں روزہ رکھنے سے متعلق کوئی صحیح حدیث نہیں ملی۔[تحفۃ الاحوذی]

کیا شعبان کی پندرھویں رات لیلۃ القدر ہے؟

بعض لوگوں نے سورۃ الدخان کی آیت ﴿اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ○ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيْمٍ﴾[الدخان: ۳-۴] ''ترجمہ یقیناً ہم نے اسے بابرکت رات میں اتارا ہے بے شک ہم ڈرانے والے ہیں۔اسی رات میں ہر ایک مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔'' سے شعبان کی پندرھویں رات مراد لی ہے حالانکہ اس آیت میں لیلۃ مبارکۃ سے لیلۃ القدر مراد ہے۔جیسا کہ دوسرے مقام پر صراحت ہے ﴿اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾[القدر:1] ترجمہ:''ہم نے یہ قرآن شب قدر میں نازل فرمایا۔'' اور یہ شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے ہی کوئی ایک رات ہوتی ہے۔[صحیح بخاری] اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ﴾ ترجمہ:''رمضان کے مہینے میں قرآن نازل کیا گیا۔[البقرہ:۱۸۳] اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو رمضان المبارک کے مہینے میں اتارا ہے، جب قرآن کی نص صریح سے قرآن کا نزول شب قدر میں ثابت ہے تو اس سے شعبان کی پندرھویں رات جسے لوگوں نے شب براٗت کا نام دیا ہے مراد لینا کسی طرح بھی صحیح نہیں، علاوہ ازیں شعبان کی پندرھویں رات کی بابت جتنی بھی ایسی روایات آتی ہیں جن میں اسے فیصلے کی رات کہا گیا ہے تو یہ سب روایات ضعیف ہیں۔

1۔امام المفسرین ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سورۃ الدخان والی آیت سے مراد لیلۃ القدر ہے نہ کہ شعبان کی پندرھویں رات۔[تفسیر ابن جریر]

2۔ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد لیلۃ القدر ہے نہ کہ شعبان کی پندرھویں رات اور جس نے شعبان کی پندرھویں رات مراد لی ہے اس کو غلطی لگی ہے۔[شفاء العلیل] اسی طرح حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی کہا ہے نیز علامہ شنقیطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے پندرھویں رات مراد لینے کا دعویٰ باطل ہے۔[اضواء البیان]

نصف شعبان کی رات کو خصوصی عبادت کرنا بدعت ہے

بعض لوگ نصف شعبان والی رات کو خصوصی عبادت کرتے ہیں اور دن میں روزہ رکھتے ہیں، قبرستان کی زیارت کیلئے جاتے ہیں وہاں چراغاں کرتے ہیں، مساجد کو سجایا جاتا ہے۔ یہ سب وہ کام ہیں جن کا شریعت سے کوئی ثبوت نہیں ملتا کیونکہ نہ یہ کام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیے اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے۔

پندرہویں رات کو روزہ رکھنے اور قیام کرنے والی ایک روایت ملتی ہے جسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں حدیث نمبر(1388) اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حدیث نمبر(3922) ذکر کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا(**اذا کانت لیلة النصف من شعبان فقوموا لیلها و صوموا نهارها**) ترجمہ:''جب شعبان کی پندرھویں رات ہو تو اس کی رات میں قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو''، لیکن اہل علم نے اس حدیث پر من گھڑت ہونے کا حکم لگایا ہے اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابن ابی سبرہ ہے جس کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور ابن معین کہتے ہیں کہ وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔ امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔[العلل المتناهیة] علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت ہی کمزور ہے۔[تحفۃ الأحوذی]

صلاۃ الالفیہ (سو رکعت والی نماز) کی حقیقت اور اس کی ابتداء:

انہی بدعات میں سے صلاۃ الالفیہ یعنی سو رکعت والی نماز ہے جس میں ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد دس مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھی جاتی ہے یعنی سو رکعت میں ہزار دفعہ سورۃ الاخلاص پڑھی جاتی ہے جس کی وجہ سے اس نماز کو صلاۃ الالفیہ کہتے ہیں۔ سب سے پہلے اس بدعت کو ترویج دینے والا ابن ابی الجمراء تھا۔ پانچویں صدی ہجری میں اس کی شروعات ہوئی۔ ابن ابی الجمراء کی تلاوت بہت خوبصورت تھی، شعبان کی پندرہویں رات کو مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک دو آدمی آتے گئے۔ ایک جماعت کی صورت

اختیار ہوگئی۔ پھر اسی طرح اگلے سال بھی بہت سے لوگ جمع ہوگئے اور اس کے پیچھے نماز ادا کی۔ اس طرح یہ سلسلہ آگے بڑھتا گیا۔[الحوادث والبدع]

ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الموضوعات (127/2) میں ایک من گھڑت اثر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اے علی! جس نے شعبان کی پندرھویں رات کو سو رکعتیں پڑھیں اور ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ اور دس مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھی تو اے علی جس بندے نے بھی یہ نماز پڑھی تو اللہ اس کی ہر حاجت جو اس نے اس رات طلب کی ہوگی پورا کردے گا۔" اس اثر کو ذکر کرنے کے بعد حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کے من گھڑت ہونے میں ہمیں کوئی شک نہیں۔ بلکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صلاۃ الالفیہ سے متعلق جو حدیث بھی وارد ہوئی ہے وہ اہل علم کے ہاں بالاتفاق من گھڑت ہے۔[اقتضاء الصراط المستقیم] علامہ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"نصف شعبان کی رات میں قیام کرنے کے تین احوال ہیں:

1۔ پہلی حالت یہ ہے کہ جس طرح عام دنوں میں وہ قیام کیا کرتا تھا اس رات میں وہ اسی طرح قیام کرے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

2۔ دوسری حالت یہ ہے کہ اس کی قیام اللیل کی عادت تو نہیں تھی لیکن رات کو خصوصی طور پر قیام اللیل کا اہتمام کرتا ہے تو یہ بدعت ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ یہ ثابت ہے اور نہ ہی اس کا حکم دیا اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کوئی اہتمام کیا۔

3۔ تیسری حالت یہ ہے کہ وہ اپنی طرف سے ہر سال خاص نماز ادا کرے۔ رکعات کی تعداد کا تعین کرے تو یہ حالت دوسری حالت سے زیادہ بری بدعت ہے جیسے کہ صلاۃ الالفیہ ہے۔"

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نصف شعبان کے قیام سے متعلق نہ کوئی حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے[لطائف المعارف]

مزید حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں" کہ بعض اہل شام کے تابعین اس رات کی تعظیم کیا کرتے تھے اور ان لوگوں نے بعض اسرائیلی روایات پر اعتماد کرتے ہوئے اس کا اہتمام شروع کردیا تھا اور لوگوں میں یہ خبر پھیلتی چلی گئی لیکن اس وقت کے علماء حجاز اور مدینہ طیبہ کے اہل علم جیسے امام مالک رحمہ اللہ نے ان لوگوں پر رد کیا ہے اور اس کے بدعت ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا۔"[لطائف المعارف]